الٰہی اقتصادیات کے بنیادی اصول (۱)

ڈاکٹر شیخ محمد حسنین*

Sheikh.hasnain26060@gmail.com

کلیدی کلمات: الٰہیات، اقتصادیات، زکات، اقتصادی عدالت، اقتصادی سر گرمیاں، اقتصادی اصول۔

خلاصہ:

انسانی معاشروں میں اقتصادیات کی حیثیت وہی ہے جو انسانی بدن میں ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق انبیاء الٰہی کی بعثت کا ایک اہم ہدف، اقتصادی امور کی اصلاح اور اقتصادیات کو ٹھیک ڈگر پر گامزن رکھنا رہا۔ الٰہی تعلیمات کی روشنی میں اقتصادی سر گرمیوں کی اہمیت، شہادت اور جہاد سے کم نہیں اور ان کا ترک شیطانی عمل ہے۔ اقتصادی سر گرمیوں کا اصل ہدف معاشرہ کی مادی ضروریات پوری کرنا اور آبرومندانہ زندگی گذارنا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسانی معاشروں میں اقتصادی بحرانوں کا اصل سبب، اقتصادی نابرابری اور سماجی ظلم ہے۔ لہٰذا اسلام کی اقتصادی تعلیمات کی سب سے زیادہ تاکید سرمائے اور پیداوار کی عادلانہ تقسیم پر ہے۔ اس کے علاوہ، نیک نیتی، اقتصاد کے فقہی احکام سے آگاہی اور معاشیات کا علم اور اقتصادی سوجھ بوجھ، الٰہی اقتصادیات کے بنیادی آداب اور شرائط شمار ہوتے ہیں۔

الٰہیات میں اقتصادیات کی اہمیت

اس میں شک نہیں کہ انسانی معاشروں میں اقتصادیات کی حیثیت وہی ہے جو انسانی بدن میں ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الٰہی ادیان میں جہاں نفس و بدن سے مربوط احکام بیان ہوئے ہیں، وہاں اقتصادیات پر بھی خاصی توجہ دی گئی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق انبیاء الٰہی کی بعثت اور دعوت کا ایک اہم محور، انسانی معاشرہ میں اقتصادی امور کی اصلاح اور اقتصادیات کو ٹھیک ڈگر پر گامزن رکھنا رہا۔ اسلام کی رو سے اقتصادیات کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم میں ۲۴ آیات میں زکات جیسا اہم اقتصادی مسئلہ نماز جیسی اہم عبادت کے ہمراہ بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (1)

یعنی: "تو نماز قائم کرو اور زکات ادا کرو اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔"

البتہ یہ نکتہ انتہائی قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات ایسی بھی ہیں جن میں زکات کے حکم کے ہمراہ نماز کا حکم نہیں ہے۔ (2) اس کے علاوہ قرآن کریم میں کم از کم چھ آیات میں "صدقات" کا حکم بیان ہوا ہے۔ (3) اگرچہ بعض مقامات پر صدقات سے مراد واجب زکات ہے لیکن مسلمہ طور پر دیگر مقامات پر اس سے مراد مستحب انفاق ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ ھُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (4)

یعنی: "آیا انہیں نہیں معلوم کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات وصول کرتا ہے اور اللہ توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

اسلام کے نقطۂ نظر سے اقتصادی سرگرمیوں کی اہمیت کے حوالے سے وہ آیات بھی قابل غور ہیں جن میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو رزق و روزی کی تلاش میں نکلنے کا حکم دیا ہے۔اس حوالے سے ذیل کی آیات پر غور و فکر، اسلام میں اقتصادی سرگرمیوں کی اہمیت بیان کرتا ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (5)

یعنی: "تو جب نماز ختم ہو جائے تو [اپنے کاموں کی طرف] زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

مذکورہ بالا آیہ شریفہ اُن آیات کے درمیان میں بیان ہوئی ہیں جن میں بعض حالات میں اقتصادی سرگرمیوں میں مصروف ہونے کی ممانعت اور مذمت کی گئی ہے۔ لیکن اس آیت کے ذریعے اِس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا گیا ہے کہ رزق و روزی کمانا اپنی ذات میں نہ تنہا ایک برا کام نہیں بلکہ ضروری اور واجب فریضہ ہے۔ اور اللہ تعالی کا حکم یہ ہے کہ انسان عبادی اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی کے بعد اقتصادی سرگرمیوں میں مصروف ہو جائے۔ جیسا کہ ذیل کی آیت سے بھی یہی استفادہ ہوتا ہے:

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (6)

یعنی: "اللہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ لوگ مریض ہو جائیں گے اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل [روزی] کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔"

اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں علامہ طباطبائیؒ نے "الدرّ المنثور" میں منقول عبد اللہ ابن مسعود کی یہ روایت نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ما من جالب يجلب طعاما إلى بلد من بلاد المسلمين فيبيعه بسعر يومه إلا كانت منزلته عند الله منزلة الشهيد. ثم قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم: " و آخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل الله و آخرون يقاتلون في سبيل الله "۔ (7)

یعنی: "جب ایک تاجر مسلمانوں کے کسی علاقے میں غلہ لے جاتا ہے اور اُسے رائج قیمت پر بیچتا ہے تو اللہ کی بارگاہ میں اس کا مقام و مرتبہ شہید کے مقام و مرتبہ جیسا ہوتا ہے۔ تب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل [روزی] کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔"

گویا اس فرمان میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اسلامی مملکت کی سرحدیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک جغرافیائی، اور دوسری اقتصادی۔ اور جس طرح دشمن جغرافیائی سرحدوں سے دراندازی کر سکتا ہے، اسی طرح اقتصادی سرحدوں سے بھی حملہ آور ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جہاں جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت اہم ہے، وہاں اقتصادی سرحدوں کی حفاظت بھی الٰہی فریضہ ہے اور جس طرح جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جانا اللہ تعالی کی بارگاہ میں عظیم اجر و ثواب اور مقام و مرتبہ رکھتا ہے، اسی طرح اقتصادی سرحدوں کے محافظین کا مقام و مرتبہ بھی شہید کے مقام و مرتبہ سے کم نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقتصادی سرگرمیاں سیرت نبوی پر عمل پیرا ہونے کے مترادف ہیں۔ شاید یہی وجہ ہو کہ بعض روایات میں زہد و تقوی کے بہانے تجارت اور اقتصادی سرگرمیوں کو ترک کر دینا، ایک شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اصحاب کو تجارت ترک کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے پاس تھا۔ آپ علیہ السلام نے عمر ابن مسلم کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ وہ ایک نیک آدمی ہے، لیکن اُس نے تجات ترک کر دی ہے۔ یہ سن کر آپ (علیہ السلام) نے فرمایا:

"اس نے شیطانی عمل انجام دیا ہے، اس نے شیطانی عمل انجام دیا ہے، اس نے شیطانی عمل انجام دیا ہے۔؛ آیا اسے نہیں معلوم کہ رسول اللہ (ﷺ) نے شام سے آنے والے تجارتی قافلے سے کچھ مال خریدا اور اس مال کو بیچ کر جو منافع کمایا اس سے اپنا قرض بھی اتارا اور کچھ مال

اپنے قرابت داروں میں تقسیم بھی فرمایا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (8) [یعنی: "ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکات کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتی اور اُس دن سے خوف کھاتے ہیں جس دن قلب و نظر پتھرا جائیں گے] یہ تو قصہ خوانوں کا کہنا ہے کہ [اس آیت میں جن لوگوں کی توصیف بیان ہوئی ہے] یہ لوگ تجارت نہیں کرتے تھے۔ یہ جھوٹ ہے، بلکہ [سچ تو یہ ہے کہ] یہ وہ لوگ تھے جو نمازکے اوقات میں نماز کو ترک نہیں کرتے تھے۔۔۔" (9)

بنابرایں، اس حدیث میں تجارت ترک کرنے کو معیار شرافت اور کمال قرار نہیں دیا گیا بلکہ نمازکے اوقات میں تجارت چھوڑ کر نماز ادا کرنے کو معیار شرافت و کمال قرار دیا گیا ہے۔ اس آیت سے ایک سطحی مطلب یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ترکِ تجارت میں بندگی ہے لیکن امام صادق علیہ السلام نے اس منفی نتیجہ گیری کی مذمت فرمائی اور اسے جھوٹے راویوں کی قصہ خوانی قرار دیا۔

بعض دیگر روایات سے بھی یہی مطلب اخذ ہوتا ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے پیروکاروں کو کاروبار کی تاکید فرماتے تھے۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے تہذیب الاحکام میں امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ (ع) نے فرمایا:

لا خیر فیمن لا یحب جمع المال، یکف به وجهه و یقضی به دینه و یصل بی رحمه (10)

یعنی: "اس شخص میں کوئی نیکی نہیں پائی جاتی جسے ایسے مال کی جمع آوری پسند نہ ہو جس کے ذریعے وہ اپنی آبرو کی حفاظت کر سکے، اپنا قرض اتار سکے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔"

اسی طرح کتاب التجارات، باب فضل التجارۃ میں شیخ طوسیؒ نے امام علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آپ کے کسی ماننے والے نے جنازہ میں شرکت کی غرض سے صبح جلد دکان نہ کھولی تو آپ نے اسے وقت پر دکان کھولنے کی تاکید فرمائی۔ (11)

تہذیب کے مذکورہ باب میں اوپر بیان شدہ روایت سے ملتی جلتی ایک اور روایت بھی موجود ہے کہ جب ایک کپڑا فروش نے اپنا کاروبار ترک کر دیا اور امام معصوم علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ (ع) نے اُس کے اِس کام کو بھی ایک شیطانی عمل قرار دیا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: "جو شخص سامان زندگی مہیا کرنے کی غرض سے کام کرے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے"۔ (12) نیز اس امر پر بھی تصریح ہوئی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بےکار بیٹھا رہے، وہ زندہ لوگوں کی صف سے خارج اور مُردوں کی صف میں شامل ہو جاتا ہے"۔ (13) خلاصہ یہ کہ اسلام میں اقتصادیات کی اہمیت کے حوالے سے اتنا مواد موجود ہے کہ بیان شدہ آیات و روایات تو اُس کا عشر عشیر قرار پائیں گی۔

الٰہی اقتصادیات کے اہداف

اگرچہ اوپر بیان شدہ بعض روایات میں اسلام میں اقتصادیات کی اہمیت کا رمز و راز اور اقتصادی سرگرمیوں کے پس پردہ پوشیدہ عوامل کی طرف اجمالی طور پر اشارہ ہو چکا ہے، تاہم موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم ذیل میں اُن اہداف پر روشنی ڈالیں گے جن کے تحت اسلامی تعلیمات میں اقتصادیات کو اتنی اہمیت دی گئی ہے۔

ا۔ مادی ضروریات

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اقتصادی سرگرمی، مادی ضروریات پورا کرنے کا تنہا اہم سبب ہے۔ دنیاوی زندگی کی ماہیت میں انسان کی مادی ضروریات پوشیدہ ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کرنا، زندگی کا سفر کاٹنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ کسب رزق حلال میں اپنا خون پسینہ بہانا، اپنی روز مرّہ کی عادت بنالے۔ بلکہ اگر ایک انسان کی شخصی ضروریات پوری ہو رہی ہوں، تب بھی ضروری

ہے کہ ایک مؤمن انسان کاروبار اور اقتصادی سرگرمیاں ترک نہ کرے۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص کے پاس اتنا سرمایہ اور مادی ثروت موجود ہو کہ اگر وہ اقتصادی سرگرمیاں ترک کر دے، تب بھی اس کا گذر بسر ہو سکتا ہو۔ لیکن اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مؤمن و مسلمان کی اقتصادی سرگرمیوں کا ہدف، تنہا اس کی ذات نہیں بلکہ اس کے اہل و عیال، رشتہ دار اور ملت و معاشرہ بھی ہیں۔ اسلام کے نکتۂ نظر سے مادی ضروریات فقط انسان کی شخصی اور فردی ضروریات میں منحصر نہیں ہیں بلکہ قوم و قبیلے کی ضروریات بھی اس میں شامل ہیں۔ لہٰذا اگر ایک شخص کا کنبہ قبیلہ اور اُس کی قوم و ملت نادار ہوں تو بھی اُس پر لازم ہے کہ وہ اقتصادی سرگرمیوں میں فعالیت دکھائے تاکہ اپنے اہل و عیال، رشتہ داروں اور اہل معاشرہ کی ضروریات پوری کر سکے۔

۲۔ آبرومندی

اس میں شک نہیں کہ آبرومندی کا ایک عمدہ سبب، دولتمندی ہے۔ اس کے برعکس، فقر و ناداری باعث ننگ و عار ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کو ہمیشہ آبرومندانہ زندگی گزارنا چاہیے اور آبرومندانہ زندگی کے لوازمات فراہم کرنا چاہیں۔ قرآن کریم میں آبرو، اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے رسول اور مؤمنین کی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَلِرَسُوۡلِہٖ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (14)

یعنی: "عزت تو اللہ، اُس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے۔"

اس آیۂ شریفہ میں خبر کے پیرائے میں مسلمانوں اور مؤمنین کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرومندی کا پاس رکھیں۔ اب چونکہ مضبوط اقتصادیات، اسلامی معاشرے کی آبرومندی کا سبب ہیں، لہٰذا مومنین پر واجب ہے کہ اقتصادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ آج عالم اسلام، منجملہ ہمارا ملک اقتصادی طور پر مفلوج ہو کر رہ گیا ہے اور عالم کفر و شرک کے سامنے کاسۂ گدائی پھیلانے پر مجبور ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعی طور پر ناپسند ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں اور مؤمنین کا اقتصادی فقر ان پر کافروں کے غلبے کا سبب بنتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کافرین کو مؤمنین پر کوئی برتری اور غلبہ عطا نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا (15)

یعنی: "اور اللہ نے کافرین کو مؤمنین پر بالکل کوئی برتری عطا نہیں کی۔"

پس ہر مؤمن و مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنی، اپنے دین و مذہب اور ملت و معاشرے کی سربلندی اور آبرومندی کی حفاظت کے ہدف کے تحت ہمیشہ اقتصادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔ ہاں! اس کی یہ سرگرمیاں، شرعی فرائض کی بجاآوری میں آڑے نہیں آنی چاہیں۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو منافقین اور کافرین پر برتری عطا کی ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن کا فریضہ ہے کہ اپنی عزت و آبرو اور معاشرتی برتری کی حفاظت کے لیے (خواہ اس کی مادی ضروریات پوری بھی ہو رہی ہوں) اقتصادی طور پر فعّال رہے۔

الٰہی اقتصادیات کا محور

اگر ہم اسلامی تعلیمات میں اقتصادی سرگرمیوں کے اہداف میں خوب دقّت کریں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام، انسانی معاشرے میں عادلانہ اقتصادی نظام کے قیام کا خواہاں ہے۔ لہٰذا اگر اسلامی تعلیمات میں ایک مؤمن پر زور دیا گیا ہے کہ وہ اقتصادی طور پر ہمیشہ سرگرم رہے اور کافر اقوام کو اقتصادی میدان میں برتری نہ پانے دے، تو اس کا ہدف، انسانوں کے کسی ایک طبقے کی دوسرے طبقے پر برتری قائم رکھنا نہیں، بلکہ دراصل، ہر معاشرے پر انسانی اقدار کی برتری قائم رکھنا ہے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ کفر کی کوکھ میں ظلم اور انسانوں کا استحصال چھپا ہوا ہے۔ کافرین نہ تنہا خدا کے سامنے نہیں جھکتے، بلکہ بندگانِ خدا کو اپنے سامنے جھکانے کے درپے بھی رہتے ہیں۔ اُن کی اس استبدادی اور استعماری خصلت کے سبب، اسلام اُن کی اقتصادی برتری کو برداشت نہیں کرتا۔ بالکل اسی طرح اگر اسلامی معاشرے میں بھی کافرانہ اقدار پنپنے لگیں اور کچھ لوگ اقتصادی برتری کے سبب، دیگر انسانوں کا استحصال کرنے لگیں تو اسلام نہ تنہا اِس روّیے کی بھرپور مذمت بلکہ بھرپور مخالفت بھی کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روح، سماجی انصاف اور اقتصادی عدالت کے قیام سے سرشار ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور بالخصوص قرآن کریم کی آیات سے اقتصادی علوم وفنون کے میدان میں کوئی قابل ذکر رہنمائی پانا خاصا دشوار ہے لیکن اقتصادی عدالت کے قیام پر بیسیوں آیات موجود ہیں۔ اسلامی فقہ میں اقتصادیات سے مربوط جتنے ابواب باندھے گئے ہیں اور جس تفصیل سے احکام بیان کیے گئے ہیں، اُن سب کی روح میں اقتصادی عدالت کا قیام نظر آتا ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کی آیات میں غور کریں تو اگرچہ ایک مدون اقتصادی نظام یا اقتصادی علم کا اخذ کرنا خاصا مشکل نظر آتا ہے لیکن اقتصادیات کی ڈگر بڑی واضح نظر آتی ہے۔

اس اہم مسئلہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب ہم انسانی معاشروں میں چلنے والے مختلف اقتصادی نظاموں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کوئی ایک ایسا اقتصادی نظام نہیں ملتا جو پیداوار پر تاکید نہ کرتا ہو۔ آج کی دنیا میں وہی اقتصادی نظام کامیاب ہو سکتا ہے جو معاشرے میں پیداوار کی شرح بڑھانے میں کامیاب ہو۔ جس اقتصادی نظام میں پیداوار حاصل نہ ہو، وہ نظام سراسر فضول ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

قدیم وجدید اقتصادی نظاموں میں ہمیشہ پیداواری سرگرمیوں کا قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور کوئی بھی ایسی کاروباری سرگرمی جس کا نتیجہ پیداوار میں اضافہ نہ ہو، بے سود سمجھی جاتی ہے۔ ہم مجلّہ نور معرفت میں ڈاکٹر یداللہ داد گر کے ایک مقالے میں پڑھ چکے ہیں کہ :

" اگر ہم قدیم بابلیوں کی تہذیب کا جائزہ لیں تو وہ اصولی طور پر غیر پیداواری (Non-Productive) تجارت کو ایک گھٹیا پیشہ شمار کرتے تھے۔۔۔ قدیم اہل فارس بھی دلالی (Negotiation) اور غیر پیداواری کاروبار کو دھوکہ بازی اور مکروفریب قرار دیتے تھے۔۔۔ قدیم چائنیز بھی منی ایکسچینج اور دلالی کو غیر پیداواری کاروبار قرار دیتے ہوئے چوری قرار دیتے تھے۔" (16)

بنابرایں، خواہ معاشیات کا علم ہو یا اقتصادیات کا کوئی نظام، سب کا ہدف پیداوار بڑھانا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا محض پیداوار بڑھ جانے سے بنی نوع بشر کی تقدیر بدل جاتی ہے اور اُس کے تمام اقتصادی مسائل حل ہو جاتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے کہ یہ بات تو درست ہے کہ اگر کسی معاشرے میں طلب سے رسد کم ہو تو یقیناً وہ معاشرہ اقتصادی مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے لیکن برعکس، یہ ضروری نہیں ہے کہ جب رسد طلب کے برابر ہو یا طلب سے بھی زیادہ ہو تو کوئی اقتصادی مشکل باقی نہ رہے۔ کیونکہ اقتصادی مسائل کا حل تنہا "رسد" یا "پیداوار" کی فراہمی میں پوشیدہ نہیں، بلکہ پیداوار کی عادلانہ تقسیم میں پوشیدہ ہے۔ اگر ہم عصر حاضر کے اقتصادی بحرانوں کا جائزہ لیں تو اکثر بحرانوں کا سبب، پیداوار کی کمی نہیں بلکہ پیداوار کی غیر عادلانہ تقسیم ہے۔

اس حوالے سے کئی معاشروں میں پائے جانے والے اقتصادی بحرانوں کے اسباب پر آنے والی تحقیقات قابل توجہ ہیں۔ کئی معاشروں میں اقتصادی مشکلات کا سبب، پیداوار کی کمی نہیں بلکہ صاحبان ثروت کا ظلم و ناانصافی ہے۔ آج ہم جس معاشرے میں زندگی گذار رہے ہیں وہاں ایک طرف امراء کے کتّے بلیاں پیٹ بھر کر گوشت کھاتے اور دودھ پیتے ہیں اور ان کے منہ سے بچا وافر گوشت اور دودھ ضائع کر دیا جاتا ہے جبکہ تھرپارکر میں ہزاروں انسان غذا کا ایک نوالہ پانے سے بھی محروم ہیں۔ آیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں غذائی اجناس یا غذا کی پیداوار اس قدر کم ہے کہ سب انسانوں کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی نہیں یا اصل مسئلہ اقتصادی نابرابری کا ہے؟ یقیناً یہ اقتصادی بحران، سماجی ظلم اور اقتصادی استحصال کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح عالمی سطح پر بھوکی انسانیت کا مسئلہ عالمی سطح کے سرمایہ داروں کی اقتصادی یلغار کا نتیجہ ہے۔

آج بھی افریقہ، لاتینی امریکا اور دنیا کے کئی علاقوں میں اربوں انسان بھوک سے مر رہے ہیں، جبکہ ترقی یافتہ ممالک اپنی اضافی گندم محض اس لیے سمندروں میں پھینک دیتے ہیں تاکہ گندم کی قیمت گرنے نہ پائے۔ بقول استاد مرتضی مطہری: "آج اگر اسلحہ پر خرچ ہونے والے عالمی بجٹ کا پانچواں حصہ بھی کاشتکاری اور زراعت پر خرچ کیا جائے تو پوری دنیا سے بھوک کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بحران پھر بھی باقی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحران غلے و اناج کا نہیں بلکہ انسانی ہمدردی، اخلاقی اقدار اور اصول و ضوابط کا ہے۔" (17)

خلاصہ یہ کہ انسانی معاشروں میں اقتصادیات کی روح، پیداوار نہیں بلکہ پیداوار کی عادلانہ تقسیم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الٰہی اقتصادیات میں جس قدر پیداوار بڑھانے پر زور دیا گیا ہے، اُس سے کہیں زیادہ پیداوار کی عادلانہ تقسیم پر تاکید کی گئی ہے۔ اسلام اور دیگر الٰہی ادیان کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ یہ اقتصادی سرگرمیوں کو ٹھیک جہت دیتے ہیں۔ الٰہی اقتصادیات میں اقتصادی سرگرمیوں کا محور اقتصادی عدالت ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات سے یہ مطلب بڑی آسانی سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ نمونے کے طور پر درج ذیل آیات پر ایک نگاہ ڈالیے:

1. قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ (18)

یعنی: "[شعیبؑ نے] کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور ناپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔"

وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ یعنی: "اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ پورا ناپا اور تولا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔" (19)

2. فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا (20) یعنی: "لہٰذا تم ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کرکے نہ دو اور زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔"

3. اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِيۡنَ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ (21)

یعنی: "ناپ تول پورا کرو اور اور خسارہ دینے والوں میں سے مت بنو اور صحیح ترازو سے تولو۔"

4. وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِى الۡمِيۡزَانِ وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ (22)

یعنی: "اور اُس نے ترازو قائم کیا تاکہ تم ترازو [کے ساتھ تولنے میں] تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ وزن کو درست رکھو اور تول میں کمی نہ کرو۔"

5. اَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا (23)

یعنی: "اور جب ناپو تو پیمانہ پورا ناپو اور ٹھیک ترازو سے تولو کہ اسی میں بھلائی ہے اور انجام اس کا زیادہ بہتر ہے۔"

6. وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ (24)

یعنی: "ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا تولتے ہیں لیکن جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔"

اگر ہم ان آیات میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات میں ایک ہی اقتصادی اصول کا تکرار ہے؛ یعنی: "**پیمانہ پورا ناپنا اور ترازو پورا تولنا**"۔ قابل غور بات یہ ہے کہ پہلی چار آیات میں ایک ہی نبی (حضرت شعیب علیہ السلام) کی زبانی اِس اقتصادی اصول کو مکرر بیان کیا گیا

ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم کے الفاظ وآیات کمال درجے کے نپے تلے ہیں تو پھر ایک ہی نبی کی زبانی، ایک ہی اصول کا تکرار کیوں؟ یقیناً قرآنی ادبیات میں حشو وزوائد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ تکرار نہ حشو کا مصداق ہے، نہ زائد کا (نعوذ باللہ) بلکہ اُس الٰہی حکم کی اہمیت پر تاکیدِ موکّد ہے جو الٰہی اقتصادیات کا محور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ الٰہی اقتصادیات کا یہ سنہری اصول ہے۔ اس لیے کہ تمام اقتصادی بحرانوں کی جڑ "لین دین میں عدم توازن ہے۔ "لیتے وقت" پیمانہ پورا ناپنا اور میزان پورا تولنا، لیکن "دیتے وقت" پیمانہ پورا نہ ناپنا اور ترازو پورا نہ تولنا ہر اقتصادی برائی اور بحران کی جڑ ہے۔ دکاندار ہو، یا گاہک، کسان ہو یا تاجر، کارخانہ دار ہو یا مزدور، آفیسر ہو یا ملازم، تمام اقتصادی سرگرمیوں میں اقتصادی عامل، دو حالتوں سے خارج نہیں ہوتا: یا وہ دینے والا ہے یا لینے والا۔ دکاندار یا جنس دے رہا ہے یا جنس لے رہا ہے۔ کسان یا تاجر سے مال خرید رہا ہے یا اسے بیچ رہا ہے، کارخانہ دار یا مزدور سے مزدوری لے رہا ہے یا اُسے اجرت دے رہا ہے، آفیسر یا ملازم سے کام لے رہا ہے یا اُس سے کام لے رہا ہے۔

اِن تمام صورتوں میں الٰہی اقتصادیات کا بنیادی اصول "لین"، "دین"، دونوں میں پیمانہ پورا ناپنا اور ترازو پورا تولنا ہے۔ ہمارے اقتصادی نظاموں کی خرابی یہ ہے کہ اقتصادی کارکن، لیتے وقت پیمانہ پورا ناپتے ہیں لیکن دیتے وقت پیمانہ کم کر دیتے ہیں۔ لیکن جب کسی اقتصادی نظام میں دکاندار جنس لیتے وقت میزان پورا تولے، لیکن دیتے وقت کم، تاجر جنس دیتے وقت پیمانہ پورا ناپے اور دیتے وقت کم، کارخانہ دار مزدوری لینے میں مزدور سے اضافی وقت (Overtime) بھی لے لیکن اجرت دیتے وقت مزدوری گھٹادے، آفیسر ورکنگ آورز میں ملازم کی حاضری چیک کرتا پھرے، لیکن تنخواہ دیتے وقت کٹوتیاں شروع کر دے تو پھر وہ اقتصادی نظام مفلوج ہو کر رہ جائے گا؛ ایسا مفلوج ہو گا کہ نہ پیداواری بہتات اُس نظام کی اصلاح کر پائے گی اور نہ کوئی اور اقتصادی تدبیر۔

ان آیات میں سے بعض میں ایسی عبارتیں آئی ہیں جو الٰہی اقتصادیات کے اس اساسی اصول سے روگردانی کی صورت میں دنیا میں ایجاد ہونے والے اقتصادی بحرانوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک جگہ ارشاد ہوا: "وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ" یعنی: "اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہ بن جاؤ" اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: "وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا" یعنی: "اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔" ہمارے خیال میں اسلام کی سودی کاروبار کی شدید مخالفت کی ایک اہم وجہ یہی ہے۔ اسلام میں سودی کاروبار کو اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوۡا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَکُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِکُمۡ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ (25)

> یعنی: "اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اگر تم موٴمن ہو تو باقی ماندہ سود چھوڑ دو، پس اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے؛ نہ ظلم کروگے اور نہ ظلم سہوگے۔"

ان آیات میں تامل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم نے سودی کاروبار کو اس لیے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ جنگ کے مترادف قرار دیا ہے کیونکہ یہ صریح ظلم ہے۔ جب کہ ارشاد الٰہی یہ ہے کہ: "نہ ظلم کرو اور نہ ظلم سہو۔" لیکن سودی کاروبار میں دینے والا دیتے وقت، کم دیتا ہے لیکن لیتے وقت، زیادہ لیتا ہے جو کھلا ظلم ہے۔

خلاصہ یہ کہ الٰہی اقتصادیات میں جس اصول کو محوری حیثیت حاصل ہے وہ لین دین، دونوں میں پیمانہ پورا ناپنا اور ترازو پورا تولنا اور لوگوں کو دھوکہ نہ دینا ہے۔ قرآن کریم کی اقتصادیات پر آیات کا نچوڑ یہی اصول ہے اور تنہا اِسی اصول پر عمل پیرا ہو کر ہر اقتصادی بحران کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے، ہر اقتصادی استحصال کا دروازہ بند کیا جا سکتا ہے اور اقتصادی ترقی اور خوشحالی کی طرف بڑھا جا سکتا ہے۔

اقتصادی سرگرمیوں کے آداب

الٰہی اقتصادیات کے چند خاص آداب بیان ہوئے ہیں۔ اگر اقتصادی کارکن ان آداب کا خیال رکھے تو وہ اللہ کا دوست (26) کہلاتا ہے اور اس کی اقتصادی سرگرمیاں رنگ لاتی ہیں۔ وہ دنیا و آخرت میں اجر و ثواب پاتا ہے لیکن اگر ان آداب کا خیال نہ رکھا جائے تو انسان مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پاتا۔ ذیل میں ہم اقتصادی سرگرمیوں کے چند اہم آداب کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ا۔ نیک نیتی

اسلام جس چیز کو کاروبار کے حوالے سے بہت اہمیت دیتا ہے، وہ نیک نیتی ہے۔ الٰہی تعلیمات میں تمام اعمال کی قدر و قیمت کا دار ومدار انسان کی نیت پر ہے۔ جیساکہ پیغمبر اکرم ﷺ سے منقول ہے:

"انما الاعمال بالنیات" (27)

یعنی: "اعمال کا دار ومدار تو بس نیتوں پر ہی ہے۔"

نیک نیتی، نہ تنہا انسان کے کمال کی علامت ہے بلکہ اس سے انسانی کمال و منزلت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ جہاں تک کاروبار اور اقتصادی سرگرمیوں میں نیک نیتی کا تعلق ہے تو اس کا معنیبہ ہے کہ کمائی سے انسان کی نیت یہ ہو کہ وہ رزق حلال کما کر اپنی، اپنے والدین، اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کی مادی ضروریات پوری کرے گا۔ جو اس نیک نیت سے رزق حلال کماتا ہے اور اس کام میں اللہ تعالی کی رضا کو سامنے رکھتا ہے وہ اللہ تعالی کی رازقیّت کی صفت میں گویا مظہر الٰہی بن جاتا ہے۔

کیونکہ سب کا رازق اللہ تعالی ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے اپنے بعض بندوں پر بعض دیگر کے نان و نفقہ اور اخراجات پورا کرنے کی فریضہ عائد کیا ہے۔ اگر انسان کی نیت الٰہی نہ ہو تو دوسروں کے لیے کمانا اور ان کے اخراجات برداشت کرنا ایک انسان کے لیے بہت سخت کام ہے۔ بعض اوقات لوگ اس ذمہ داری سے بچنے کے لیے اپنے بچوں تک کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ لیکن اگر انسان کا انگیزہ الٰہی ہو تو وہ یہ نہیں سوچتا کہ دوسروں کے لیے کما رہا ہے، بلکہ وہ خود کو اللہ تعالی کی رازقیت کی صفت کا مظہر دیکھتا ہے، اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا اور اُسے اقتصادی سرگرمیوں میں لذت محسوس ہوتی ہے۔

کئی احادیث میں اِس نیک نیتی پر تاکید کی گئی ہے اور اِس کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: "جب ایک انسان اپنے اہل و عیال کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز کرنے کے لیے محنت مزدوری کرتا ہے تو گویا اس نے خدا کی راہ میں قدم رکھا ہے اسی طرح اس شخص کو مقام ہے جو اپنے کو دوسروں سے بے نیاز کرنے کے لیے اقدام اٹھاتا ہے۔" (28) ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

الساعی علی والدیه لیکفهما أو یغنیهما عن الناس فی سبیل الله ومن سعی علی زوج أو ولد لیکفهم ویغنیهم عن الناس فی سبیل الله [والساعی علی نفسه لیغنیها ویکفها عن الناس فی سبیل الله] والساعی مکاثرة فی سبیل الشیطان (29)

یعنی: "جو شخص اپنے والدین کے لیے کماتا ہے تاکہ انہیں اللہ کی راہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے غنی کر دے یا جس نے اپنے اہل خانہ یا اولاد کی ضروریات پوری کرنے اور انہیں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچانے کے لیے کمایا [یا جس نے اپنی ضروریات پوری کرنے اور اپنے کو لوگوں کے سامنے محتاج بنانے سے بچانے کے لیے کمایا] اللہ کی راہ میں [مجاہد] ہے۔ اور جس نے مال کی زیادتی کی غرض سے کمایا وہ شیطان کے راستے پر چل رہا ہے۔"

۲۔ اقتصادیات کے فقہی احکام سے آگاہی

اوپر کی بحث میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ الٰہی اقتصادیات کا محور، عادلانہ اقتصادی نظام کا قیام ہے۔ ایک ایسے نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ انسان ان قوانین و ضوابط سے آشنائی رکھتا ہو جو اس عادلانہ نظام کے قیام اور اُس کے دوام کا سبب بنتے ہیں۔ اُسے معلوم ہو کہ کونسا معاملہ اقتصادیات کو اس کی اصل ڈگر سے ہٹا دیتا ہے اور کونسا معاملہ اسے سیدھے راستے پر جاری رکھتا ہے۔ لہٰذا الٰہی اقتصادیات میں لین دین کے شرعی قوانین اور فقہی احکام سے آگاہی بہت ضروری ہے۔

کاروبار میں سود، ظلم، خیانت اور دھوکہ دہی سے بچنے کے لیے اقتصادیات اور مختلف اقتصادی معاملات کے فقہی احکام سے آشنائی ضروری ہے۔ اسلام میں مختلف اقتصادی معاملات کے تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں۔ لہٰذا ایک مؤمن اقتصادی کارکن کے لیے ضروری ہے کہ معاملات کے تمام فقہی ابواب پر اُس کی نظر ہو۔ یہ ابواب فقہ کی تفصیلی کتابوں میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہیں اور اِس مختصر مقالہ میں ان کی طرف تنہا اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اسلام میں تجارت اور کاروبار کے فقہی احکام کی سوجھ بوجھ پر بہت تاکید کی گئی ہے۔ امیر المومنین حضرت امام علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"یا معشر التجّار! الفقه ثمّ المتجر! الفقه ثمّ المتجر! الفقه ثمّ المتجر! و الله! للربا فی هذه الامّة اخفی من دبیب النمل علی الصفا؛ شوبوا ایمانکم بالصدق، التاجر فاجر، و الفاجر فی النار الا من اخذ الحق و اعطی الحق۔" (30)

یعنی: "تاجرو! پہلے مسائل کا فہم حاصل کرو اور بعد میں تجارت کرو! پہلے مسائل کا فہم حاصل کرو اور بعد میں تجارت کرو! پہلے مسائل کا فہم حاصل کرو اور بعد میں تجارت کرو! اللہ کی قسم! اس امت میں سود ایک صاف چٹان پر چیونٹی کے رینگنے کے اثر سے بھی مخفی تر ہے، اپنی قسموں کو سچ کا امتزج بناؤ! [یاد رکھو!] تاجر فاجر ہوتا ہے اور فاجر جہنم کی آگ میں جائے گا؛ مگر وہ شخص جس نے حق پایا اور حق ادا کیا۔"

راقم الحروف کا ذاتی خیال یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس فرمان میں رباء سے مراد تنہا فقہی سود نہیں ہے۔ اس لیے کہ فقہی سود کے مصادیق کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ بلکہ یہاں وہ معاملات بھی مراد ہیں جن میں فقہی اعتبار سے سود نہیں ہوتا لیکن کسی نہ کسی طرح معاملہ کی کوکھ میں ظلم پوشیدہ ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام ہر ایسے معاملے سے بچنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ الٰہی اقتصادیات میں ضروری ہے کہ اقتصادی کارکن تجارت کے فقہی احکام کا مکمل علم رکھتا ہو تاکہ ہر قسم کے ظلم کرنے یا ظلم سہنے سے بچ سکے۔ چنانچہ آنحضرت کا فرمان ہے:

"من باع و اشتری فلیحفظ خمس خصال و الا فلا یشترین و لا یبیعن، الربا و الحلف و کتمان العیب، و الحمد اذا باع و الذم اذا اشتری" (31)

یعنی: "ہر خرید و فروخت کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ پانچ اصولوں کا خیال رکھے؛ وگرنہ کسی طور خرید و فروخت نہ کرے: سود، قسم، عیب کو چھپانا، اور بیچتے وقت [جنس کی] تعریف کرنا اور خریدتے وقت اس میں عیب نکالنا۔"

اقتصادیات کے علم سے آگاہی

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تاجر کے لیے اقتصادیات کے علم سے آشنائی بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم کی بعض آیات سے یہ اصول بخوبی قابل استفادہ ہے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر سفیہ (اقتصادی سوجھ بوجھ نہ رکھنے والے) کو خود اُس کا مال دینے سے بھی روکا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا ۔۔۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

یعنی: "اور اپنے وہ اموال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا ہے، بے وقوفوں کے سپرد نہ کرو۔۔۔ پھر اگر تم اُن میں عقلی رشد پاؤ تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔" (32)

اگرچہ قرآن کریم کا یہ حکم یتیم سے مربوط ہے اور یہاں یتیم کو اُس وقت تک اُس کا مال دینے سے روکا گیا ہے جب تک اُس میں اقتصادی سوجھ بوجھ اور رشد کے علامتیں واضح نظر نہ آنے لگیں۔ لیکن یہ آیت الٰہی اقتصادیات کا ایک کلی قانون بیان کر رہی ہے۔ یعنی ایک اقتصادی کارکن کے لیے اقتصادی معاملات کی اونچ نیچ سے آگاہی اور اقتصادی بصیرت ضروری ہے۔ یہ قانون روایات میں بھی مختلف عبارتوں میں بیان ہوا ہے۔ اسلامی فقہ کے ماہرین کا کہنا ہے کہ جس طرح اسلام میں ضرر دینا جائز نہیں، اسی طرح ضرر اٹھانا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار انبیاء ﷺ کا فرمان ہے:

"لاضرر ولاضرار" (33)

یعنی: "نہ ضرر دینا روا ہے، نہ ضرر سہنا روا ہے۔"

اگرچہ اس قانون کی تطبیقات متعدد ہیں لیکن اس کی ایک اہم تطبیق اقتصادی معاملات میں ضرر رسانی اور ضرر اٹھانے کی ممانعت ہے۔ لہٰذا اقتصادی علوم اور مہارتوں سے عدم آشنائی کی صورت میں اگر کسی اقتصادی کارکن کو ضرر پہنچتا ہو تو اُس کے لیے اقتصادی تگ و دَو جائز نہیں ہیں۔ اسلامی فقہ میں اقتصادی سوجھ بوجھ نہ رکھنے والوں پر پابندی عائد کر دی کہ وہ اقتصادی معاملات انجام نہ دیں۔ اور اگر ایک شخص ضروری اقتصادی فہم نہ رکھتا ہو تو مسلمان حکمران اسے اپنے سرمایے میں تصرف سے ممنوع قرار دے سکتا ہے؛ یہاں تک کہ ایسے شخص کا مالی اقرار بھی ناقابل قبول قرار پاتا ہے۔ (34) یقینی طور پر ان تعلیمات کی روح یہ ہے کہ الٰہی اقتصادیات میں معاشیات کا علم اور اقتصادی امور کی سوجھ بوجھ اقتصادی سرگرمیوں کے جواز کی ضروری شرط ہے۔

حوالہ جات

---

*۔ محقق، استاذ فلسفہ اسلامی، ڈائریکٹر "نمت"، بارہ کہو، اسلام آباد۔

1 ۔ مجادلہ/ ۱۳

2 ۔ اعراف/ ۱۵۶، فصلت/ ۷

3 ۔ البقرہ، ۲۷۱، ۲۷۶، التوبہ ۵۸، ۶۰، ۷۹، ۱۰۴

4 ۔ التوبہ/ ۱۰۴

5 ۔ الجمعۃ/ ۱۰

6 ۔ المزمل/ ۲۰

7 ۔ تفسیر المیزان - السید الطباطبائی - ج 20 - ص 78

8 ۔ النور/ ۳۷۔

9 ۔ الکلینی، الکافی، ج ۵، ص ۷۵۔

10 ۔ الشیخ الطوسی، تہذیب الاحکام، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ج ۷، ص ۴۔

11 ۔ ایضا۔

12 ۔ الکادعلی عیالہ کالمجاھدفی سبیل اللہ

13 ۔ من تعطل انسلخ من الانسانیة و صار فی عداد الموتی

14 ۔ المنافقون/۸۔

15 ۔ النساء/۱۴۱۔

16 ۔ مجلّہ نور معرفت، ج ۴، ش،ار ۳، مسلسل شمارہ ۲۱، ص ۹۹

17 ۔ شیخ محمد حسنین، اسلام اور اخلاقی اقدار، ہادی فاؤنڈیشن، ص ۱۹۳

18 ۔ ھود/۸۴

19 ۔ ھود/۸۵

20 ۔ اعراف/۸۵

21 ۔ الشعراء/ ۱۸۱

22 ۔ الرحمٰن/۷ تا ۹۔

23 ۔ اسراء/ ۳۵

24 ۔ مطففین/ا۔۳

25 ۔ البقرہ/۲۷۸، ۲۷۹

26 ۔ "الکاسب حبیب اللہ" یعنی: "کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔" (تفسیر آلوسی، جلد ۲۰، ص ۱۰۹)

27 ۔ میزان الحکمة، ج ۴، ص ۳۴۱۴، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۔

28 ۔ طبرانی/المعجم الاوسط، تحقیقی ابراہیم حسینی، ج ۸، صص ۲۷۷، ۲۷۸

29 ۔ ایضا۔

30 ۔ الکلینی، الکافی، ج ۵، ص ۱۵۰

31 ۔ الکافی، ج ۵، ۱۵۰

32 ۔ النساء/۵، ٦

33 ۔ الکلینی، الکافی، ج ۵، صص ۲۸۰ و ۲۹۲۔

34 ۔ الشیخ الطوسی، المبسوط، ج ۳، ص ۳۔